اور چھوٹی پڑھی جاوے تو کس قدر اور بڑی پڑھی جاوے تو کس قدر بدیں وجہ کہ مسجد کی یہ حالت ہے کہ کچھ نمازی اندر سایہ کے اور کچھ باہر فرش پر کہ جہاں بالکل دھوپ اور فرش بھی گرم ہوتا ہے۔

الجواب

جمعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ دوسری میں سورۂ منافقون اور کبھی پہلی میں سبح اسم ربك الاعلی اور دوسری میں ھل اتٰك حدیث الغاشیہ ثابت ہے اور حسب حاجت و مصلحت کمی بیشی کا اختیار ہے اور اگر مقتدیوں پر تکلیف وناگواری ہو تو اختصار لازم ہے مگر حتی الامکان قدر مسنون سے کمی نہ کرے کہ قدر مسنون کا محض کسل کی وجہ سے ناگوار ہونا اُن کا قصور ہے جس میں نہ وہ مستحق رعایت نہ اُس کے سبب ترک سنت کی اجازت ہاں اگر مثلاً کوئی مریض یا ضعیف ایسا ہو کہ بقدر سنت پڑھنا بھی اُس کے لیے باعث تکلیف ہوگا تو اُس کی رعایت واجب ہے اگرچہ نماز جمعہ صرف کوثر و اخلاص سے پڑھانا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

اوفی اللمعہ فی اذان یوم الجمعہ
١٣٢٠ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۔ از ملک بنگالہ موضع فنا کوچیل ضلع سلہٹ ۔ ڈاکخانہ جگدیش پور مرسلہ مولوی ممتاز الدین صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان مسجد کے اندر دینا کیسا ہے جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد جو دی جاتی ہے آیا وہ اذان مسجد کے اندر خطیب کے سامنے کھڑا ہو کر کہے یا باہر مسجد کے اور بر تقدیر اول بلا کراہت جائز ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں یہ بلا کراہت سب علما کے نزدیک جائز ہے اور سلف صالحین سے لے کر اس زمانے تک کل امصار و دیار میں اسی طریقہ مسنون پہ باتفاق علمائے کرام جاری و دائر ہے ۔شامی میں ہے کہ مؤذن اذان خطیب کے سامنے کہے ۔ ہدایہ میں ہے منبر کے سامنے کہے ۔ اور اسی پر علما کا عمل ہے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا مگر یہ اذان اور درمختار میں ہے خطیب کے سامنے کہے ان عبارات سے ہویدا ہوا کہ رو برو خطیب کے مسجد کے اندر کہے اور باہر مسجد یا صحن مسجد میں کھڑا ہو کر اذان کہنا خلاف کتب فقہ و سلف صالحین کا ہے انتہی اور بعض لوگ کہتے ہیں جمعے کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے کھڑے ہو کر مکروہ نہیں ہے۔ اگرچہ جہاں تک اطلاق بین ید یہ آتا ہے سب جگہ درست ہے انتہی ۔ ان میں کونسا قول صحیح ہے ۔ بینوا توجروا

الجواب

ہمارے علمائے کرام نے فتاوی قاضی خاں وفتاوی خلاصہ و فتح القدیر و نظم وشرح نقایہ برجندی وبحر الرائق وفتاوی ہندیہ و طحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے فتاوی خانیہ میں ہے ینبغی ان یؤذن علی

المئذنة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد یعنی اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہیے مسجد میں اذان نہ کہی جائے بعینہٖ یہی عبارت فتاوی خلاصہ وفتاوی عالمگیریہ میں ہے فتح القدیر میں ہے الاقامۃ فی المسجد لابد واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لایؤذن فی المسجد یعنی تکبیر تو ضرور مسجد میں ہوگی۔ رہی اذان وہ منارے پر ہو منارہ نہ ہو تو بیرون مسجد زمین متعلق مسجد میں۔ علما فرماتے ہیں مسجد میں اذان نہ ہو نیز خود باب الجمعۃ میں فرمایا ھو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ وہ اللہ تعالٰی کا ذکر ہے مسجد میں یعنی حوالی مسجد کے اندر اس لیے کہ خود مسجد کے اندر اذان دینی مکروہ ہے۔ شرح مختصر الوقایہ للعلامۃ عبد العلی میں ہے فی ایراد المئذنۃ اشعار بان السنۃ فی الاذان ان یکون فی موضع عال بخلاف الاقامۃ فان السنۃ فیھا ان تکون فی الارض وایضا فیہ اشعار بانہ لایؤذن فی المسجد فقد ذکر فی الخلاصۃ انہ ینبغی الخ اھ باختصار یعنی صدر الشریعۃ قدس سرہ نے اذان کے لیے منارے کا جو ذکر فرمایا اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ اذان میں سنت یہ ہے کہ بلند جگہ پر ہو بخلاف تکبیر کہ اُس میں سنت یہ ہے کہ زمین پر ہو۔ نیز اُس میں تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے خلاصہ میں اس کی ممانعت کی تصریح ہے۔ بحر الرائق میں ہے فی القنیۃ یسن الاذان فی موضع عال والاقامۃ علی الارض وفی المغرب اختلاف المشائخ اھ والظاھر انہ یسن المکان العالی فی اذان المغرب ایضا کما سیأتی وفی السراج الوھاج ینبغی ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران وفی الخلاصۃ ولایؤذن فی المسجد اھ مختصرا یعنی قنیہ میں ہے کہ اذان بلندی پر اور تکبیر زمین میں ہونا سنت ہے اور مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ وہ بھی بلندی پر ہونا مسنون ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب میں بھی اذان بلندی پر ہونا سنت ہے اور سراج الوہاج میں ہے اذان وہاں ہونی چاہیے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے اور خلاصہ میں فرمایا کہ مسجد میں اذان نہ دے اُسی میں بعد چند ورق کے ہے السنۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ والاقامۃ فی المسجد سنت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر مسجد میں۔ حاشیۂ طحطاوی میں ہے یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القھستانی عن النظم فان لم یکن ثمہ مکان مرتفع للاذان یؤذن فی فناء المسجد کما فی الفتح یعنی مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی میں نظم سے منقول ہے تو اگر وہاں اذان کے لیے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس اُس کے متعلق زمین میں اذان دے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلاقید ہیں جن میں جمعہ وغیرہا کسی کی تخصیص نہیں مدعی تخصیص پر لازم کہ ایسے ہی کلمات صریحۂ معتمدہ میں اذان ثانی جمعہ کا استثنا دکھائے مگر ہرگز نہ دکھا سکے گا رہا لفظ بین یدی الامام یا بین یدی المنبر سے استدلال مذکور فی السوال وہ محض ناواقفی ہے ان عبارات کا حاصل صرف اس قدر کہ اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے امام کے مواجہہ میں ہو اس سے یہ کہاں سے نکلا کہ امام کی گود میں منبر کی لگم پر ہو جس سے داخل مسجد ہونا استنباط کیا جائے بین یدی سمت مقابل میں منتہائے جہت تک صادق ہے جو وقت طلوع مواجہ مشرق یا ہنگام غروب مستقبل مغرب کھڑا ہو وہ ضرور کہے گا کہ آفتاب میرے سامنے ہے یا فارسی میں مہر در برد من ست یا عربی میں الشمس بین یدی حالانکہ آفتاب اُس سے تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دور ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم اللہ سبحانہ وتعالٰی جانتا ہے جو کچھ اُس کے سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے یعنی گزر گیا۔

یہ ہرگز ماضی و مستقبل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اُس میں داخل ہے۔ یونہیں ملائکہ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا قول کہ قرآن عظیم نے ذکر فرمایا لہ مابین ایدینا وما خلفنا وما بین ذلک اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تمام ماضی و مستقبل وحال سب کو شامل ہے ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظر قرآن حالیہ ایک نوع قرب ہر شے کے لائق مستفاد ہوتا ہے نہ اتصال حقیقی کہ خواہی نخواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو قال اللہ تعالٰی وھو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقنٰہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء الآیہ۔ اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتی باران رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب اُنھوں نے اُبھارے بوجھل بادل ہم نے اُسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف تو اُتارا اُس سے پانی بین یدی نے قرب مطر کی طرف اشعار فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معاً اُترے بلکہ چلیں اور بادل اُٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے وقال تعالٰی۔ ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید ٥ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے نہیں جیسا کرامے کافرو تم گمان کرتے ہو وہ تو نہیں مگر تمھیں ڈرسنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔ آیت نے قرب قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے پھر اُس کا قرب اُس کے لائق ہے۔ تیرہ سو[۱۳۴۳] تینتالیس برس گزر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے پس جو اذان درِ مسجد پر یا فنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذات امام میں دی جائے اُس پر ضرور بین یدیہ صادق ہے بلاشبہہ کہا جائے گا کہ امام کے سامنے خطیب کے روبرو منبر کے آگے اذان ہوئی اور اسی قدر درکار ہے غالباً خود مستدلین کو معلوم تھا کہ قریب مسجد بیرون مسجد مواجہہ امام کو بھی بین یدیہ شامل ہے ولہذا روبرو خطیب کہنے کے بعد ان لفظوں کی حاجت ہوئی کہ مسجد کے اندر مگر خاص یہی لفظ کہ اصل مدعا تھے صرف اپنی طرف سے اضافہ ہوئے۔ شامی وہدایہ و درمختار وغیرہا میں کہیں اس کی بو بھی نہیں۔ اب ہم ایک حدیث صحیح ذکر کریں جس سے اس بین یدیہ کے معنی بھی آفتاب کی طرح روشن ہوجائیں اور اُس ادعائے توارث کا حال بھی کھل جائے سنن ابی داود شریف میں بسند حسن مروی ہے حدثنا النفیلی ثنا محمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحٰق عن الزھری عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر یعنی رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب روز جمعہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے روبرو اذان مسجد کے دروازے پر دی جاتی اور یونہیں ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے زمانے میں۔ اس حدیث جلیل نے واضح کردیا کہ اس روبروئے امام پیش منبر کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ زمانۂ رسالت و خلفائے راشدین سے کیا متوارث ہے۔ ہاں یہ کہیے کہ اب ہندوستان میں یہ اذان متصل منبر کہنی شائع ہورہی ہے مگر نص حدیث سے جدا تصریحات فقہ کے خلاف کسی بات کا ہندیوں میں رواج ہوجانا کوئی حجت نہیں۔ ہندیوں میں ایک یہی کیا اور وقت کی اذانیں بھی بہت لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں حالانکہ وہاں تو اُن تصریحات ائمہ کے مقابل بین یدیہ وغیرہ کا بھی دھوکا نہیں۔ پھر ایسوں کا فعل کیا حجت ہوسکتا ہے۔ الحمدللہ یہاں اس سنت کریمہ کا احیا رب عزوجل نے اس فقیر کے ہاتھ پر کیا میرے یہاں مؤذنوں کو مسجد میں اذان دینے سے ممانعت ہے۔ جمعہ کی اذان ثانی بحمد اللہ تعالٰی منبر کے سامنے دروازۂ مسجد پر ہوتی ہے جس طرح زمانۂ اقدس حضور پُرنور سید عالم

صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم میں ہوا کرتی تھی ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم والحمد للہ رب العٰلمین بعض دیگر جن سے سائل نے دوسرا قول نقل کیا اگرچہ اتنا سمجھے بین یدی سے داخل مسجد ہونا اصلا مفہوم نہیں ہوتا مگر کتابوں پر نظر ہوتی تو خلاف تصریحات علما یہ ادعا نہ ہوتا کہ مسجد کے اندر مکروہ نہیں ۱۳۰۲ھ سنہ ہجریہ میں فقیر بہ نیت خاکبوسی آستانۂ علیہ حضرت سلطان الاولیا محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ بریلی سے شدالرحال کرکے حاضر بارگاہ غیاث پور شریف ہوا تھا دہلی کی ایک مسجد میں نماز کو جانا ہوا اذان کہنے والے نے مسجد میں اذان کہی فقیر نے حسب عادت کہ جو امر خلاف شرع مطہر پایا مسئلہ گزارش کردیا اگرچہ اُن صاحب سے اصلا تعارف نہ ہوا ان مؤذن صاحب سے بھی بہ نرمی کہا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے کہا کہاں لکھا ہے۔ میں نے قاضی خان۔ خلاصہ۔ عالمگیری۔ فتح القدیر کے نام لیے۔ کہا ہم اُن کی نہیں مانتے فقیر سمجھا کہ حضرت طائفہ غیر مقلدین سے ہیں۔ گزارش کی کہ آپ کیا کام کرتے ہیں معلوم ہوا کسی کچہری میں نوکر ہیں۔ فقیر نے کہا احکم الحاکمین جل جلالہ کا سچا حقیقی دربار تو ارفع واعلٰی ہے آپ انھیں کچہریوں میں روز دیکھتے ہوں گے چپراسی مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضری کچہری کے کمرے کے اندر کھڑا ہو کر پکارتا ہے یا باہر۔ کہا باہر۔ کہا اگر اندر ہی چلانا شروع کرے تو بے ادب ٹھہرے گا یا نہیں بولے اب میں سمجھ گیا۔ غرض کتابوں کو نہ مانا جب اُن کی سمجھ کے لائق کلام پیش کیا تسلیم کرلیا ع۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست الحمد للہ حق واضح ہوگیا **اقول** وباللہ التوفیق یہاں دو نکتے اور قابل لحاظ وغور ہیں **اول** اگر بانی مسجد نے مسجد بناتے وقت تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لیے منارہ خواہ کوئی محل مرتفع بنایا تو یہ جائز ہے اور اُتنا ٹکڑا اذان کے لیے جدا سمجھا جائے گا اور مسجد میں اذان دینے کی کراہت یہاں عارض نہ ہوگی جیسے مسجد میں وضو کرنا اصلا جائز نہیں مگر پہلے سے اگر کوئی محل معین بانی نے وضو کے لیے بنوادیا ہو تو اُس میں وضو جائز ہے کہ اُس قدر مستثنٰی قرار پائے گا اشباہ میں ہے تکرہ المضمضۃ والوضوء فیہ الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذلک لایصلی فیہ اوفی اناء درمختار میں ہے یکرہ الوضوء الا فیما اعد لذلک ردالمحتار میں ہے لان ماءہ مستقذر طبعا فیجب تنزیہ المسجد عنہ کما یجب تنزیہا عن المخاط والبلغم بدائع فقیر نے اُس پر تعلیق کی ھذا تعلیل علی مذہب محمد المفتی بہ اما علی قول الامام من تنجیس الماء المستعمل فظاہر ردالمحتار میں ہے **قولہ** الا فیما اعد لذلک انظر ھل یشترط اعداد ذلک من الواقف ام لا فقیر نے اس پر تعلیق کی **اقول** نعم وشیئ اخر فوق ذلک وھی ان یکون الاعداد قبل تمام المسجدیۃ فان بعدہ لیس لہ ولا لغیرہ تعریضہ للمستقذرات ولا فعل شیئ یخل بحرمتہ اخذتہ مما یاتی فی الوقف من مسئلۃ بناء الواقف فوق المسجد بیتا لسکنی الامام اسی طرح اگر منارہ یا مئذنہ بیرون مسجد فنائے مسجد میں تھا بعدہ مسجد بڑھائی گئی اور زمین متعلق مسجد مسجد میں لے لی کہ اب مئذنہ اندرون مسجد ہوگیا اس پر بھی اذان میں حرج نہ ہوگا کہ یہ بھی وہی صورت ہے کہ اس زمین کی مسجدیت سے پہلے اس میں یہ محل اذان کے لیے مصنوع ہوچکا تھا کما لایخفی ہاں اگر داخل مسجد کوئی شخص اگرچہ خود بانی مسجد نیا مکان اذان کے لیے مستثنٰی کرنا چاہے تو اُس کی اجازت نہ ہونی چاہیے کہ بعد تمامی مسجد کسی کو اُس سے استثنا یا فعل مکروہ کے لیے بنا کا اختیار نہیں۔ درمختار میں ہے لو بنی فوقہ للامام لایضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیہ فاذا کان ھذا

فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد دوم متعلقات مسجد میں مسجد کے لیے اذان ہونے کو عرف میں یوہیں تعبیر کرتے ہیں کہ فلاں مسجد میں اذان ہوئی مثلاً منارہ بیرون مسجد زمین خاص مسجد سے کئی گز کے فاصلے پر ہو اور اُس پر اذان کہی جائے تو ہر شخص یہی کہے گا کہ مسجد میں اذان ہوگئی نماز کو چلیے یوں کوئی نہیں کہتا کہ مسجد کے باہر اذان ہوئی نماز کو اٹھو یہ عرف عام شائع ہے جس سے کسی کو مجال انکار نہیں ولہذا امام محقق علی الاطلاق نے ھو ذکر اللہ فی المسجد کی وہ تفسیر فرمادی کہ ای فی حدودہ اور اس کی دلیل وہی ارشاد فرمائی کہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ یہ نکتہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ کوئی سخن ناشناس نظائر حدیث مسلم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وقفا ان من سنن الھدی الصلٰوۃ فی المسجد الذی یؤذن فیہ وامثال عبارت کرہ خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ سے دھوکا نہ کھائے اور اشباہ حدیث ابن ماجہ عن امیر المؤمنین عثمٰن الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجتہ وھو لا یرید الرجعۃ فھو منافق سے دھوکا اور بھی ضعیف تر ہے فان فی المسجد ظرف الادراک دون الاذان ولہذا علامہ مناوی نے تیسیر میں اس حدیث کی یوں شرح فرمائی (من ادرک الاذان) وھو (فی المسجد) الخ بلکہ خود حدیث شرح حدیث کو بس ہے احمد بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلٰوۃ فلا یخرج احدکم حتی یصلی بالجملہ جہاں ایسے الفاظ واقع ہوں انھیں دو نکتوں سے ایک پر محمول ہیں اقول وبہ یجلی ما فی الجلابی انہ یؤذن فی المسجد اوما فی حکمہ لا فی البعید منہ اھ ای یؤذن فی حدود المسجد وفنائہ کما فسر بہ الامام المحقق علی الاطلاق او فی نفس المسجد ان کان ثمہ موضع اعدلہ من قبل او یؤذن فیما ھو فی حکمہ لقربہ منہ بحیث یعد الاذان فیہ اذانا للمسجد کما فعل عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث احدث الاذان الاول علی الزوراء دار فی السوق ولا یؤذن للمسجد فی البعید منہ فان المسجد اذا کان غربی البلد مثلاً واذن شرقیہ بل اذن لمسجد حی اٰخر لا یعد ذلک اذانا لہ کما لا یخفی فلا استدراک بکلام الجلابی علی کلام النظم کما زعم القہستانی وباللہ التوفیق وبما قدمنا من تحقیق مفاد بین یدیہ وانہ یستدعی بقرینۃ الحال قربا یناسب المقام لا الالتصاق وضح بحمد اللہ ما قال القہستانی تحت قول النقایۃ اذا جلس علی المنبر اذن ثانیا بین یدیہ ما نصہ ای بین الجہتین المسامتین لیمین المنبر والامام ویسارہ قریبا منہ ووسطھما بالسکون فیشتمل ما اذا اذن فی زاویۃ قائمۃ او حادۃ او منفرجۃ حادثۃ من ھاتین الجہتین اھ فلیس القرب منکرا ولا بالالتصاق مشعرا وانما اراد بہ اخراج البعد الذی لا یعد بہ الاذان اذانا فی ذلک المسجد کما ذکرناہ فی کلام الجلابی غرض عامہ کتب معتمدہ مذہب کے خلاف اگر ایک آدھ غریب و نامتداول کتاب میں کوئی تصریح بھی ہوتی عقلاً و عرفاً و شرعاً قابل قبول نہ ہوتی الا تری ان العلامۃ الطحطاوی کیف اقتصر فی الحکم علی حکایۃ ما فی القہستانی عن النظم ولم یعرج علی استدراکہ اصلاً علما منہ ان الاستدراک مستدرک لا ینبغی نقلاً نہ کوئی لفظ محتمل نا صریح صاف صاف لائق توجیہ و تصحیح کما لا یخفی علی ذی عقل نجیح ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔